عصرِ حاضر میں دعوت کے لیے نمونہ عمل حضرت یوسف علیہ السلام کے اسوہ کی روشنی میں

THE LIFE OF THE PROPHET YUSUF- PEACE BE UPON HIM- AS A MODEL METHOD OF PREACHING IN THE CONTEMPORARY PERIOD

ڈاکٹر فریدہ یوسف [*]، ڈاکٹر نسیم اختر [**]

Abstract:
Preaching is an act that is obligatory for the Muslim ummah collectively. However, the fulfilment of this duty is a diverse and multi-faceted program. The methods of preaching vary according to the socio-cultural traditions of places and nations. Qurā'n guides us in this regard and provides us precedents that how to spread the message in diverse and different environment. This article focuses on the preaching method of the Prophet Yūsuf as a model in the light of Qurā'n. This model guides the preachers who face difficult situation and different environment. This model told us that even at the time of extreme difficulties one can succeed in spreading the message of Allah. This article describes that with faith and trust in God, the slavery turned to dominance. This paper also focuses on the principles derived from the methods of preaching of the Prophet Yūsuf as recorded in the Qurā'n. It also analyzes that how the above-mentioned methods of preaching can be fruitful in contemporary period.
Keywords: The Qurā'n, Ḥaḍrat Yūsuf, Preaching Methods

عصر حاضر میں دعوت

عصرِ حاضر میں کامیابی کے حصول کے دو بڑے ذرائع معاشی بالا دستی اور تبلیغی مساعی ہیں۔ زیر نظر موضوع میں تبلیغ کے اثرات کا جائزہ لیا جانا مقصود ہے۔ فی زمانہ دعوت پر منظم انداز میں کوششیں تمام دنیا میں کی جارہی ہیں۔ پاکستان میں اجتماعی سطح پر حکومتی و غیر حکومتی جامع نظم موجود ہیں۔ انٹر نیشنل اسلامی یونیورسٹی کے زیر اہتمام دعوۃ اکیڈمی ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اپنی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہے۔ مختلف سطح پر تربیتی کورسز کرائے جاتے ہیں۔ آئمہ اور خطباً کورسز ہیں۔ دعوت پر بین الاقوامی کانفرنسز بھی کرائی جاتی ہیں۔ سن 2020 اور 2021 میں بھی دعوت پر کانفرنسز ہوئی ہیں۔ ان کے علاوہ غیر حکومتی سطح پر مختلف تنظیمیں، منہاج انٹر نیشنل،

[*] ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، بہاالدین زکریا یونیورسٹی ملتان
[**] اسسٹنٹ پروفیسر، شہید بے نظیر بھٹو ویمن یونیورسٹی، پشاور

الھدیٰ انٹرنیشنل، النور انٹرنیشنل، تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی، جماعت الدعوۃ، اور دعوت اسلامی وغیرہ کے نظم موجود ہیں۔ اکثر ادارے معلوم و معروف فضا میں فریضہ تبلیغ ادا کرتے ہیں جبکہ دیگر کئی گروہ اجنبی فضا میں بھی یہ فرض ادا کرتے ہیں۔ صلاحیتوں اور وسائل کی فراہمی کے باوجود مطلوبہ نتائج کے حصول کے لیے حکمت عملی پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

دعوت کے حوالے سے موجودہ صورتحال کے پیشِ نظر دعوت کے مواد کی ترجیحی بنیادوں پر ترتیب، پیشکش اور مدعوین کی درجہ بندی پر توجہ نہایت ضروری ہے۔[1] فریضہ دعوت کی ادائیگی میں دعوت کا مرجع متعین اور محکم ہونا نہایت اہم ہے۔[2] جبکہ حکمت سے مراد ہے کہ دعوت کی مقدار، اسلوب، مخاطب کا ذہنی معیار وغیرہ نہایت توجہ سے طے کیے جائیں۔ ہر کسی کو ایک ہی انداز میں، موقع کی مناسبت دیکھے بغیر اور اپنی سہولت کے مطابق اوقات میں تبلیغ نہ کی جائے۔ بلکہ دانائی کے ساتھ مخاطب کی ذہنی استعداد، ماحول اور حالات کو سمجھ کر بات کی جائے، مدعو کی ضروریات کو سمجھ کر مناسب دلائل دیے جائیں۔ تاکہ مخاطب کے ذہن سے مسئلہ جڑ سے ختم کیا جا سکے۔ عمدہ نصیحت سے مراد ہے کہ

> "مخاطب کو صرف دلائل سے ہی مطمئن نہ کیا جائے بلکہ اسکے جذبات کو بھی اپیل کی جائے۔ برائیوں اور گمراہیوں کا محض عقلی حیثیت سے ہی ابطال نہ کیا جائے بلکہ انسان کی فطرت میں جو برائی سے پیدائشی نفرت پائی جاتی ہے اسکو ابھارا جائے اور انکے برے نتائج کا خوف دلایا جائے۔ ہدائت اور عملِ صالح کی محض عمدگی اور خوبی صرف عقلاً ہی ثابت نہ کی جائے بلکہ ان کی طرف رغبت اور شوق بھی دلایا جائے۔ دوسرا یہ کہ نصیحت ایسے طریقے سے دی جائے جس سے دل سوزی اور خیر خواہی ٹپکتی ہو۔ مخاطب یہ نہ سمجھے کہ ناصح اس کو حقیر سمجھ رہا ہے۔ بلکہ یہ محسوس ہو کہ ناصح کے دل میں اس کے لئے تڑپ ہے۔ وہ اس کی اصلاح اور بھلائی چاہتا ہے۔ طریق بحث کی عمدگی اور خوبی سے مراد ہے کہ مناظرہ بازی مقصود نہ ہو بلکہ یہاں بھی اصلاح مقصود ہو۔ حضرت ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور یوسفؑ کی دعوت میں حکمت اور مجادلہ احسن کے بہترین نمونے ملتے ہیں۔"[3]

امورِ دعوت کی پیشکش میں حکمت جن اوصاف کا احاطہ کرتی ہے ان میں داعی کا اخلاق، دلسوزی، مدعو کے ساتھ ہمدردی، اور فریضہ دعوت کے ساتھ اخلاص بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔[4] تاہم اس کے ساتھ داعی کو یہ بھی باور کرادیا جاتا ہے کہ اس کے ذمہ صرف ابلاغ ہے۔ ہدایت کی عطا اللہ کے اختیار میں ہے اور وہ صرف ان کے لیے ہے جو ہدایت چاہیں۔ جو خود گمراہی چاہیں ان کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔[5] اس کے ساتھ دعوت میں تدریج کو نہایت اہمیت حاصل ہے۔ کارِ دعوت کی مثال دہقان کے عمل سے دی گئی ہے۔ بیج ڈالنے سے لے کر آخر وقت تک

اس کو متوقع اور غیر متوقع مسائل و خطرات سے اپنے کھیت کو بچانا ہے۔ بالآخر مقصد حاصل ہونے کی توقع کی جا سکتی ہے۔[(6)] نبی اکرم کی تبلیغی جدوجہد بھی اسی کی آئینہ دار ہے۔ نزول قرآن میں بھی تدریج ہے۔[(7)] دعوت کی مثال بھی زمین سے دی جاتی ہے۔ جسطرح زمین کی بار آوری، بیج، کھاد اور موسم سب فصل کے حصول کے لیے ضروری ہیں اسی طرح مخاطب کے ذہنی معیار اور نفسیات کے مطابق اور اس کے معتقدات کی توہین کیے بغیر اس کو پیغام دیا جائے گا تو اس میں قبولیت کا امکان ہے۔ اللہ نے اسی لیے جھوٹے خداؤں کو بھی برا کہنے سے منع فرمایا۔[(8)] داعی کا کلام بھی اس کے مقصد کے موافق ہونا لازم ہے۔ عمدہ زبان و بیان قابل فہم، مدلل اور نرم گفتگو جس کے ذریعے مخاطب کے شبہات بھی دور کیے جائیں مخاطب کو قائل کر سکتی ہے۔ نیز ایک ہی اصول یا نکتہ پر اصرار نہیں ہونا چاہیے داعی کو اپنے دلائل اور موضوعات کو موقع و محل کے مطابق بدل کر پیش کرنا چاہیے۔ تاہم مناظرہ بازی سے پرہیز کرے۔ استدلال کی بنیادیں انبیاء کی تبلیغی مساعی میں بدرجہ اتم موجود ملتی ہیں۔ نیز یہ کہ موقع و محل اور مدعو کے فرق سے طرز استدلال کا نمونہ بھی بدل کر اس کے موافق اختیار کیا جا سکتا ہے۔ سب سے اہم یہ ہے کہ داعی وقت اور حالات کے مطابق جدید اسالیب اور ذرائع اختیار کرے۔ انبیا کے اسوہ میں اس امر کا بدرجہ اتم مظاہرہ ملتا ہے۔ ہر نبی نے اپنے دور کے جدید علم اور ذریعہ علم کو استعمال کیا اور اپنے عہد کے لوگوں کو علم و تحقیق کے ذریعے سے نصیحت کی۔[(9)] داعی کو جدید ذرائع و وسائل میں مہارت حاصل ہونی چاہیے۔ فی زمانہ دعوت کے اسالیب کلیتاً تبدیل ہو گئے ہیں۔ آج سوشل میڈیا ابلاغ کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ لہذا داعی کو ان سب وسائل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انبیا کرام کے اسوہ کی روشنی میں فریضہ تبلیغ ادا کرنا ہے۔ ذیل میں حضرت یوسفؑ کے اسوہ کی روشنی میں فریضۂ دعوت بیان کیا جائے گا۔

حضرت یوسفؑ بن یعقوبؑ بن اسحاقؑ بن ابراہیمؑ کے واقعہ کو سورہ یوسف میں "احسن القصص" کہا گیا ہے۔ سورۃ انعام اور غافر میں بھی آپ کا ذکر ہے۔ حدیث میں آپؑ کے لیے "کریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم"[(10)] کا لقب استعمال ہوا۔ آپؑ کی سرگذشت میں داعی کے لئے مختلف النوع ہدایات ہیں۔

(ا) ابتدائی مشکلات

حضرت یوسفؑ چند انبیائے کرام میں سے ہیں جن کو اللہ نے غلبہ و تمکن سے سرفراز فرمایا۔ سنت اللہ کے مطابق انہیں بھی مشکلات اور آزمائشوں کے مرحلے سے گزرنا پڑا۔ یوسفؑ ان آزمائشوں میں سرخرو ہوئے۔ ذیل میں آپؑ کی بعثت اور باقاعدہ تبلیغ دعوت سے قبل درپیش مسائل کا ذکر کیا جائے گا۔

(i) چاہِ کنعاں میں گرایا جانا

فطری استعداد، لاثانی حسن اور نبوت کی نشانیوں کی وجہ سے حضرت یعقوبؑ آپ کو باقی اولاد کی نسبت زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ ایک وجہ ان کا خواب بھی تھا جس میں انہوں نے گیارہ ستاروں، سورج اور چاند کو اپنے آگے سر بسجود دیکھا۔(11)اس عظمت پر مبنی خواب کو حضرت یعقوبؑ نے پوشیدہ رکھنے کی ہدایت کی تاکہ وہ کسی نقصان سے محفوظ رہیں۔ مگر بائبل کے مطابق یعقوبؑ نے یوسفؑ کو اس خواب کے بیان کرنے پر ڈانٹا۔(12)بہر حال بھائی اس خبر کو پا کر یوسفؑ کی دشمنی میں شدید تر ہو گئے کہ گو کہ ظاہری قوت اور دیگر معاملات کے حوالے سے ترجیح دینے کے حقدار ہم ہیں مگر ہمارے باپ ہم طاقتور نوجوانوں کو چھوڑ کر کمسن بچوں کو محبوب بنائے ہوئے ہیں۔ لہذا یوسفؑ کو راستے سے ہٹا دیا جائے۔ اس مقصد کے لئے مختلف تجاویز میں سے یوسفؑ کو کنویں میں پھینکنے پر اتفاق ہوا۔ قرآن نے برادرانِ یوسف کے حسد اور منصوبہ بندی کا مفصل ذکر کیا ہے۔(13) بالآخر برادران نے حضرت یوسف کو کنویں میں پھینکا اور والد سے یہ ظاہر کیا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا۔ وہ یوسف کے کرتے کو خون آلود کر کے ان کے پاس لے گئے۔ اگرچہ والد نے ان کی داستان پر یقین نہ کیا مگر صبر کا راستہ اختیار کیا۔ قرآن یعقوبؑ کے راضی برضا ہونے کی تعریف کرتا ہے جبکہ بائبل ان کو تھڑدلا ثابت کرتی ہے۔(14)تاہم اس طرح حضرت یوسفؑ اور یعقوبؑ کی آزمائش کا آغاز ہو گیا۔

(ii)غلامی اور غلبہ کے الٰہی انتظامات

غلام کی حیثیت سے دو بار آپؑ کی خرید و فروخت ہوئی۔ قران کے مطابق ایک قافلہ نے پانی کی تلاش کے دوران ان کو کنویں سے نکالا اور نفع کی امید میں ساتھ رکھ لیا۔ قران نے الٰہی حکمت عملی کا ذکر کیا کہ یہ سب یوسفؑ کے مستقبل کے حالات کے لیے اللہ کی تدبیر تھی۔(15) قافلہ والوں نے معاملے کو خفیہ رکھنا چاہا تاکہ مصر لے جا کر ان کو فروخت کر دیں، لیکن آپؑ کا بھائی یہودا آپ کو روز کھانا دینے آتا تھا اس دن وہاں نہ پا کر اس نے بھائیوں کو خبر کی۔ بھائیوں نے قافلہ کے رفیق سے یوسفؑ کو اپنا بھاگا ہوا غلام ظاہر کر کے تقریباً بیس یا بائیس درہم کے عوض فروخت کر دیا۔(16)

آپؑ کی غلامی کے ساتھ غلبہ کے الٰہی انتظامات جاری تھے۔ مصر کے شاہی دربار کے اعلیٰ عہدیدار نے آپؑ کو خریدا۔ اللہ نے اس کے دل میں آپ کے لئے محبت ڈالی۔ یہ اللہ کی طرف سے آپؑ کے ظاہری و روحانی بلندی درجات کی طرف اشارہ تھا، جیسا کہ ملک مصر میں انتظام فرمایا، ظالم بھائیوں سے نجات دی۔ پھر کنویں سے نجات دی اور عزت و کرامت کے مقام پر پہنچایا۔ مزید خوابوں کی تعبیر کا علم دیا اور آئندہ کی خبر بھی اسی مقام پر دی جا رہی ہے کہ رشد تک پہنچنے پر تقریبا 33 برس کی عمر میں آپؑ کو علم اور حکمت سے نوازا۔(17)مولانا اصلاحی لکھتے ہیں کہ :

”علم یہاں نبوت کے معنوں میں اور حکم حکومت کے معنوں میں بھی ہے اور قوت فیصلہ کے معنوں میں بھی اور یہ دونوں چیزیں حضرت یوسفؑ کو عطا ہوئیں۔“(18)

(iii) کردار کی آزمائش

عزیز مصر کی بیوی نے آپؑ کو ورغلانے کی کوشش کی لیکن آپ ثابت قدم رہے۔ بے قصور ثابت ہونے کے باوجود طویل مدت قید رہے۔ قرآن کا بیان اس واقعہ میں جامع اور مقامِ انبیا کے مطابق ہے۔ جبکہ بائبل میں یوسفؑ کی طرف بعض نازیبا باتیں منسوب ہیں۔ قرآن کی رو سے عورت نے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی، آپؑ کے انکار پر زبردستی کرنا چاہی۔ جس کے لیے مکمل انتظام تھا یعنی دروازے مقفل تھے۔ پھر بھی اپؑ اپنے رب کی برھان کی برکت سے وہاں سے دروازے کی طرف بھاگے۔ عورت پیچھے بھاگی۔ اس صورتحال میں آپؑ کا کرتا پیچھے سے پھٹ گیا۔ دروازے کے باہر شوہر کو دیکھتے ہی اس نے آپؑ پر الزام رکھ کر سزا دلوانا چاہی۔ آپؑ نے الزام کی تردید کی اور عورت کے خاندان سے ایک گواہ نے ایک دلیل بیان کی کہ اگر یوسفؑ کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو عورت قصوروار ہے اور اگر کرتا آگے سے پھٹا ہو تو یوسفؑ قصوروار ہوں گے۔ کرتا پیچھے سے پھٹا دیکھ کر عزیز مصر کو یوسف کی بے گناہی کا یقین آگیا۔(19)

اس مقام پر قرآن نے ان کی ہدایت کے الٰہی انتظام کے بارے میں بتایا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے اپنے آپ کو غلط راستے سے بچایا اور ان کی کوشش کے نتیجہ میں اللہ کی تائید بھی ان کے شاملِ حال تھی۔ ان کی نیک نفسی کی خواہش کو اللہ نے اپنی طرف سے برھان دکھا کر پختہ کیا۔ تفسیر طبری میں برھان کے بارے میں تین روایات ہیں ایک یہ کہ چھت کی طرف حضرت یعقوبؑ کی تصویر نظر آئی کہ دانتوں میں انگلی دبائے آپؑ کو منع فرما رہے ہیں۔ دوسری یہ کہ عزیز مصر کی تصویر نظر آئی۔ تیسری یہ کہ چھت کی طرف زنا کی ممانعت کی آیات لکھی ہوئی نظر آئیں۔ تاہم جو بھی صورت ہو اللہ نے آپؑ کی تائید فرمائی۔(20)

برھان خیر و شر میں فرق اور خیر کے اختیار کرنے کا نام ہے۔ جو اس کا طلبگار ہو اللہ اس کو راہنمائی عطا فرماتا ہے اور جو اس راہنمائی کو رد کر دے تو پھر اس کے اندر سے یہ تمیز آہستہ آہستہ گم ہو جاتی ہے اور وہ قرآن کی اصطلاح کے مطابق اندھے گونگے اور بہرے ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے ہدایت نے حضرت یوسفؑ کی رہنمائی کی اور وہ گمراہ نہ ہوئے برہان دلیل اور حجت کو کہتے ہیں اور سب سے زیادہ واضح حجت وہ ہے جو خود اپنے باطن سے آئے۔ اسی سے مولانا اصلاحی نے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا ہے کہ اللہ بعثت سے قبل بھی انبیاء کو گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے مگر نبی کے معصوم عن الخطاء ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ ان سے گناہوں کی قوت و صلاحیت سلب کر لے بلکہ وہ اللہ کی اطاعت کے ذریعے سے اپنی تربیت کرتے ہیں۔ جس سے انکا نورِ باطن قوی تر ہو کر آزمائش

کے وقت ان کی حفاظت کرتا ہے۔[21] آپؑ برھان رب دیکھ لینے کے بعد وہاں سے بھاگے اور اس تحفظ کی خواہش میں ان کو یاد نہ رہا کہ دروازے بند ہیں۔

(iv) قید

یوسفؑ کی قید سے داعی کے لیے استقامت کا درس ملتا ہے۔ مصری خواتین نے ترغیب ناکام ہونے کے بعد سزا کے خوف سے اپنی بات منوانا چاہی۔ یوسفؑ نے دوسری صورت یعنی ظلم وسزا کو قبول کر لیا۔[22] آپؑ نے اپنے تحفظ کی کوشش کے بعد خدا سے مدد طلب کی اور مصائب کو گناہ کر کے آسائش لینے پر ترجیح دی۔ اللہ نے ان کو اس آزمائش میں بھی سرخرو کیا۔ ان ابتدائی مشکلات کے دوران حضرت یوسفؑ نے تبلیغ بھی جاری رکھی۔

۲۔ دعوت

حضرت ابراہیمؑ کے بعد یعقوبؑ اور اسحاقؑ کی بعثت اپنے اپنے علاقوں تک محدود تھی۔ یوسفؑ کو اللہ نے کنعان سے مصر تک کے لئے مبعوث فرمایا۔

(ا) توحید

توحید ہر نبی کی دعوت کا نقطہ آغاز ہے۔ جیل میں ہی یوسفؑ شرک کی نفی کی تعلیم دیتے ہیں۔ آپؑ نے لوگوں کو تخلیق پر غور کرنے پر آمادہ کیا۔ معبودانِ باطلہ کی بے حقیقتی واضح کی پھر توجہ دلائی کہ عقل ایک خدا کا تقاضا کرتی ہے۔[23] یہاں یوسفؑ کا اسوہ داعی کے لیے یہ ماڈل پیش کرتا ہے کہ بات کو سوالیہ انداز میں کر کے اپنی طرف متوجہ کیا اور نتیجہ پر پہنچنے کے لئے انہیں آزاد چھوڑ دیا۔ ظاہر ہے کہ عقل سلیم اسی نتیجہ پر پہنچے گی کہ انسانی زندگی میں بھی متعدد ارباب کی بجائے ایک رب کی کارفرمائی ہی بہتر نتائج پیدا کرنے والا نظریہ ہے۔ توحید کا لازمی نتیجہ رد شرک ہے انبیاء کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ شرک کو رد کرنے کے ساتھ اپنے پیروکاروں پر واضح کر دیتے ہیں کہ وہ مامور من اللہ ہیں۔ فوق البشر اور مافوق الفطرت مطالبات کی تکمیل ان کا دائرۂ کار نہیں۔ گویا انبیا پہلے سے موجود شرک کے خاتمہ کی جدوجہد کے ساتھ اپنے اس دنیا سے اٹھ جانے کے بعد پیدا ہونے والے شرک کا دروازہ بھی بند کر دیتے ہیں۔ وہ اپنی عظمتوں کو اللہ کی عطا قرار دیتے ہیں اور لوگوں کو اللہ ہی کی طرف بلاتے ہیں۔ حضرت یوسفؑ نے اپنی دعوت کو گذشتہ انبیاء سے منسلک کیا۔[24] یعنی یہ واضح فرمایا کہ ان کی دعوت کسی خود ساختہ مذہب کی طرف نہیں بلکہ گذشتہ انبیاء کی تعلیم پر مبنی ہے۔

(ب) رسالت وآخرت

توحید، رسالت اور آخرت ہر نبی کی دعوت کے بنیادی نکات ہیں۔ یوسفؑ نے رسالت و آخرت کی تبلیغ کی۔ بلکہ غلبہ اور نعمتوں کے حصول کے بعد جذبہ شکر کے تحت بھی خدا کی نعمتوں؛ بادشاہت، علم اور رسالت و آخرت کا ذکر کیا اور مزید استعانت طلب کی۔[25]

(ج) تقلید آباء کی ممانعت

ہر عہد میں غلط عقائد و اعمال کی ایک دلیل آباء کی پیروی رہی ہے۔ انبیاء کے ساتھ قوموں کے جھگڑے کہ وجہ یہی رہی ہے کہ انبیاء؛ رد و قبول کا معیار محض آباء کی پیروی کے بجائے حق کو قرار دیتے ہیں۔ اسی کی یوسفؑ نے بھی نشاندہی فرمائی۔[26] یعنی "تقلیدِ آبا" شرک اور باطل پرستی کی کافی دلیل ہر گز نہیں ہے۔ غلبہ اور اختیار صرف اللہ کا ہے۔ کوئی اور عبودیت کا حقدار نہیں۔

(د) ناپ تول میں درستی اور مہمان نوازی

غلبہ و اقتدار کے حصول کے بعد ناپ تول کے معاملات میں ہدایات یوسفؑ کی دعوت کا ایک اہم پہلو ہے۔ اسی طرح مہمان نوازی کی طرف بھی راہنمائی ملتی ہے یعنی اخلاقیات کی طرف بھی توجہ دی ہے۔[27]

(ر) امانت و دیانت

یوسفؑ نے امانت و دیانت کو نہایت ضروری وصف کی حیثیت سے بیان فرمایا۔ یہ آپؑ کی دعوت کا اہم نکتہ ہے۔ عزیز مصر کی بیوی کے مطالبہ کو امانت و دیانت کے حوالہ سے ہی منع فرمایا۔[28] اپنے مالک کی ملک میں بد دیانتی کرنے سے اللہ کی پناہ طلب کی اور امانت میں خیانت کرنے سے انکار کیا۔

(ز) توکل

یوسفؑ کی سرگذشت میں توکل علی اللہ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ ہر آزمائش کے موقع پر آپؑ نے درست طرزِ عمل اختیار کرنے کے بعد اللہ پر توکل کیا اور نصرت طلب کی۔ آپؑ کی تائید کی گئی۔ چاہِ کنعان کی آزمائش ہو، زنانِ مصر کا معاملہ ہو یا جیل کی فضا ہو، آپ نے اللہ پر توکل کیا اور توکل کی تعلیم دی۔

۳۔ طریق دعوت

حضرت یوسفؑ نے دیگر انبیاء و رسل سے بالکل مختلف ماحول میں دعوت دی لہذا اس اجنبی ماحول کے موافق اسلوب بھی اختیار کیا۔ بقول مولانا ندوی:

> ”جو شخص دعوت و تبلیغ کو اصول و قواعد کی حد بندیوں میں محصور کرتا ہے وہ دراصل اس کی کارکردگی کو محدود کرتا ہے دعوت، نشاط، جوش اور حرارت کی متقاضی ہے داعی اور مبلغ پر

بھی یہ ظلم ہے کہ اس کو ضوابط کا پابند کر دیا جائے۔"[29]

قرآن کریم میں حضرت یوسفؑ کی دعوت کا نمونہ بیان کیا گیا ہے۔اسلوب دعوت کے مندرجہ ذیل نکات اخذ کیے جا سکتے ہیں۔

(الف)حکمت

جیل میں آپؑ کے ساتھ دو قیدی داخل ہوئے۔ آپؑ کی ظاہری جلالت شان اور علم واعتبار کے باعث اپنے خوابوں کی تعبیر پوچھی۔ مگر آپؑ نے بات کو خوبصورتی سے دعوت کی طرف موڑا۔آپؑ نے انسانی فطرت کے تقاضے کے مطابق ان کو تعبیر بتانے سے پہلے یقین دہانی کرائی کہ بلاتاخیر آپؑ تعبیر بتانے پر قادر ہیں پھر بتانے سے پہلے اپنے علم کا مصدر بتایا۔[30] گویا آج کے اسلوب میں حوالہ ذکر کیا۔ مگر اس اطمینان کے ساتھ کہ ان کی ضرورت پوری کر دی جائے گی، نہایت حکیمانہ اسلوب میں گفتگو دعوت کے موضوع کی طرف موڑ دی جبکہ مخاطب گوش بہ دل ہو کر آپ کی بات سن رہے ہیں ان تک اپنا پیغام پہنچا دیا۔

(ب)عقل کو مخاطب بنانا

دعوت کا انداز بتاتا ہے کہ ایک دم آپؑ کسی جابر و قاہر ہستی کا خوف نہیں دلاتے بلکہ نہایت ہی پر حکمت اور محبت بھرے انداز کے ساتھ عقل کو اپیل کرتے ہیں اور مخاطب کے سامنے صحیح وغلط کو اس طرح کھول کر رکھ دیتے ہیں کہ وہ خود صحیح وغلط کا فیصلہ کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ مثلاً کائنات کے انتظام کی طرف توجہ دلا کر پوچھتے ہیں کہ خود ہی بتاؤ کہ اس سب کو چلانے پالنے والا ایک ہی رب یا متعدد ہستیاں اس کو بہتر انداز میں چلا سکتی ہیں اور پھر خود ہی سوچو کہ ان باطل دعوؤں کے لئے تمہارے پاس دلیل ہی کیا ہے۔

(ج)تاویل الاحادیث

یوسفؑ کی ایک خصوصیت بات کی تاویل جاننا ہے۔[31] آپؑ کی نبوت کی بشارت کم سنی میں بھی خواب کے ذریعے ہوئی۔ فریضہ دعوت کی ادائیگی میں بھی تعبیر الرویا ایک وسیلہ بنی۔آپ کو ملک مصر پر غلبہ و تمکن بھی تعبیر الرویا کے ذریعے حاصل ہوا۔

(د)حالات سے بروقت استفادہ

درج بالا واقعہ سے یہ ظاہر ہے کہ یوسفؑ جیل میں ہیں اور لوگ جو خواب کی تعبیر پوچھنے آئے ہیں وہ بھی قیدی ہیں۔بظاہر صورتحال مختلف ہے مگر یوسفؑ نے اس صورتحال میں بھی فریضہ دعوت انجام دیا یعنی داعی کو ہر حال میں دعوت و تبلیغ کے لئے مستعد رہنا چاہئے۔حالات سے بروقت فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

(ر) موعظت حسنہ

یوسفؑ نے حکیمانہ اسلوب میں دعوت پیش کی پھر مخاطبین کو اپیل کی، ان کو سوچنے پر ابھارا، جب وہ ایک حد تک مکالمہ میں آپ کے ساتھ چلے تو پھر عمدہ انداز میں نصیحت کی۔

۴۔ مسائل و مشکلات

یوسفؑ نے ایک مختلف ماحول میں دعوت کا فریضہ انجام دیا۔ عموماً انبیا نے دعوت کا آغاز اپنے علاقے سے کیا، جہاں نبی اور اس کا خانوادہ پوری طرح معروف تھا۔ ہر قوم اپنے نبی کے اخلاق و کردار کی معترف رہی اور بعثت کے بعد منکرین کو یہ جرات کبھی نہیں ہوئی کہ وہ نبی کے کردار کے بارے میں اعتراض کریں۔ مگر حضرت یوسفؑ 13 یا 14 سال کی عمر میں اپنے علاقے سے غلام کی حیثیت سے لے جائے گئے۔ دو بار آپؑ کی خرید و فروخت ہوئی۔ نئے ماحول کے لوگ آپؑ کی خاندانی شرافت و بزرگی سے قطعاً ناواقف تھے، لہذا اجنبی ماحول میں آپؑ کو کچھ مشکلات پیش آئیں جو ذیل میں درج ہیں۔

(الف) اجنبی فضاء

یوسفؑ کی دعوت کی بنیادی رکاوٹ آپؑ کے لئے اجنبی فضا تھی۔ آپؑ کی مخاطب ایک غیر قوم تھی جس میں آپؑ کا تعارف تھا مگر خاندانی اثر ورسوخ حاصل نہ تھا۔ قوم کے لئے کسی اجنبی کو اپنا ہادی مان لینا آسان نہیں۔ کوئی قوم اجنبی کو اپنے مزعومات کو تردید کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔

(ب) قید

یوسفؑ کی دعوت کے فروغ میں دوسری رکاوٹ آپؑ کا محبوس ہونا تھا جب تک آپؑ جیل میں رہے تقریباً تیرہ برس تک آپؑ کی دعوت کا کام انتہائی محدود رہا۔ لیکن قید سے رہائی کے بعد اللہ نے آپؑ کو غلبہ و تمکن عطا فرمایا جو یقیناً آپؑ کی دعوت میں معاون ثابت ہوا ہو گا۔

۵۔ نتائج و اثرات

ذیل میں یوسفؑ کی حکیمانہ سرگذشت سے چند اہم اثرات و نتائج مذکور ہیں۔ دعوت کے نتائج کو دو حصوں فکری اور عملی نتائج میں بیان کیا جائے گا۔

(ا) فکری نتائج

(i) رویائے صادقہ کی اہمیت

اگرچہ رویائے صادقہ کو مستقل ذریعہ وحی کی حیثیت حاصل ہے مگر حضرت یوسفؑ کو قرآن مجید کے مطابق زیادہ تر خواب میں بشارت وہدایت کے ذریعے وحی کی گئی۔ نیز آنحضرتؐ کے بعد امت مسلمہ میں بھی اس ذریعہ علم کی اہمیت مسلمہ ہے۔

(ii) تدبیر کے بعد توکل علی اللہ کی تعلیم

حضرت یوسفؑ اور یعقوبؑ دونوں کا طرز عمل رہنمائی کرتا ہے کہ پوری کوشش کرنے کے بعد معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے۔ مثلاً یعقوبؑ نے بیٹوں کو دربارِ مصر میں جانے کے متعلق ہدایات دیں تو قرآن نے تبصرہ کیا کہ انہوں نے تدبیر کی تاہم وہ اس کا بخوبی ادراک رکھتے تھے کہ کوئی تدبیر اللہ کی مشیت کے برخلاف کچھ نتیجہ برآمد نہیں کر سکتی۔[32] یعنی تدبیر اور تقدیر کے باہمی تعلق کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔ مولانا اصلاحی نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ انسان کے لیے درست رویہ یہ ہے کہ مصالح کے مطابق تدبیر اختیار کرے، ہر ممکن جدوجہد کر کے اللہ کی مشیت پر یقین رکھے۔[33]

(iii) شخصیت کی حفاظت

عزت نفس کا ہر حال میں پاس رکھنا ضروری۔ اگر داعی خود معتبر شخص نہ ہوگا تو کوئی اس کی بات کا اعتبار نہیں کرے گا۔ اعتبار اور عزت نفس کے لئے داعی کو مفادات کی پروا نہیں کرنی چاہیے۔ جیسا کہ یوسفؑ نے ایک طویل عرصہ جیل میں گزارنے کے باوجود محض انعام کے طور پر رہائی قبول نہ کی بلکہ معاملات کی تحقیق اور براءت کے بعد باہر آئے۔

(iv) جائز مقصد کے لئے مناسب تدبیر

جائز مقصد کے لیے مناسب تدبیر کرنا بصیرت کی علامت ہے۔ یوسفؑ سے جب دو قیدی تعبیر پوچھنے آئے تو جو آپ کی نظر میں نجات پانے والا تھا اسے فرمایا کہ تم بادشاہ سے میرا ذکر کرنا۔[34] یہ کوئی سفارش یا ناجائز فائدہ نہیں بلکہ معاملہ کی تحقیق کی کاوش تھی۔ اس سے ظاہر ہوا کہ جائز مقصد کے لئے مناسب تدبیر اختیار کرنا توکل علی اللہ کے منافی نہیں ہے۔ توکل ہاتھ پاؤں چھوڑ کر بیٹھ رہنے کا نام نہیں، بلکہ وسائل وذرائع کو استعمال کر کے تمام امور پر نظر رکھتے ہوئے، کوشش کر کے نتائج اللہ کے سپرد کرنے کا نام ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ کی تقدیر میں کیونکہ ابھی آپؑ کا جیل میں رہنا باقی تھا لہذا وہ شخص بھول گیا۔

(v) عہدہ کے لئے مناسب اہلیت کی ضرورت

شاہ مصر سے مکالمے کے دوران یوسفؑ نے اس سے اپنی اہلیت و خصوصیات کا ذکر کیا کہ میں حفیظ اور علیم ہوں۔[35] لہٰذا اس نے اپؑ کو عہدے کی پیش کش کی۔ جس کو آپؑ نے قبول کیا اور ساتھ وجہ بھی بیان کی کہ میں اس کی اہلیت رکھتا ہوں۔ یعنی کسی عہدے کے لیے اس کی مناسب اہلیت ضروری ہے۔

(vi) انبیاء کے اخلاقی اوصاف

حضرت یوسفؑ کے حالات میں ان کے اعلیٰ اخلاقی اوصاف کا جا بجا تذکرہ ملتا ہے۔ یوسفؑ کی تمام زندگی صبر سے عبارت ہے۔ آپؑ نے خود بھی اسی کا تذکرہ فرمایا کہ جو صبر و تقویٰ اختیار کرے تو اللہ ایسے محسنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔[36] یوسفؑ کی زندگی میں صبر و رضا کے وہ تمام مراحل آئے ہیں جن سے کسی داعی کو سابقہ پیش آ سکتا ہے۔ برادران کی ایذار سانیوں پر صبر، غلامی نیز غیر مختلف دین و معاشرت کی حامل قوم کے مسائل پر صبر، ذاتی الزامات اور بری ترغیبات نیز قید کے مصائب پر صبر اور پھر صبر و رضا کی دوسری حالت یعنی عہدہ، اختیار اور دولت و ثروت وغیرہ جیسی نعمتوں کے مل جانے کے بعد انتقامی جذبات یا شیخی وریا اور حد سے گزر جانے سے بعض رہے۔ حتیٰ کہ معافی دی تو احسان جتانے بجائے اس کو بھی اللہ کا فضل قرار دیا۔

اسی طرح دیگر مقامات پر اخلاق کے اعلیٰ نمونے نظر آتے ہیں مثلاً بادشاہ کا ساقی ایک مدت کے بعد دوبارہ آپؑ سے خواب کی تعبیر پوچھنے آیا جبکہ وہ پچھلی بار آپکا بادشاہ سے تذکرہ کرنا بھول گیا تھا تو آپؑ نے دوبارہ آنے پر نہ تو اسے ملامت کی کہ اسکی بھول کے باعث وہ مدت سے بے قصور جیل میں پڑے ہیں۔ نہ جھڑکا اور نہ علم کے بیان میں بخل سے کام لیا۔ اس کے برعکس محض خواب کی تعبیر ہی نہ بتائی بلکہ اس صورتحال سے بہتر انداز میں عہدہ براء ہونے کے لیے مناسب تجویز بھی دی۔ یہ بھی نہ سوچا کہ جن لوگوں نے مجھے بے قصور زندان میں ڈالا اگر وہ قحط سے دوچار ہو کر ہلاک ہو جائیں تو اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔ گویا نہ غصہ، نہ انتقام اور نہ ہی بخل بلکہ نہایت عمدہ اخلاق کا مظاہر کیا۔

(vii) حسد و بغض کے انجام کی وضاحت

یوسفؑ کی سیرت سے ظاہر ہے کہ حسد و بغض کا انجام محسود کے بجائے حاسد کے حق میں برا ہوتا ہے۔

(viii) انبیاء کے اسوہ میں مماثلث

یوسفؑ اور محمد ﷺ کی جدوجہد میں حیرت انگیز مماثلت پائی جاتی ہے۔ اس سورہ کے نزول کے ڈیڑھ دو سال بعد آپ ﷺ کو مکہ سے نکلنا پڑا۔ یوسفؑ کی طرح آپ ﷺ کے ابنائے وطن نے آپ ﷺ کے قتل کی

(نعوذ باللہ) سازش تیار کرلی تھی۔ پھر فتح مکہ کے موقع پر ٹھیک وہ معاملہ پیش آیا جو یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کے درمیان پیش آیا تھا۔ قریش مکہ بھی برادران یوسف کی طرح عاجزی سے درخواست کر رہے تھے اور آپ ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ میں تم سے کیسا معاملہ کروں گا انہوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کریم بھائی اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسفؑ نے فرمایا تھا کہ جاؤ آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں۔(37)

(ب) عملی نتائج

(i) قید سے رہائی

اللہ نے آپؑ کی رہائی کا انتظام کیا۔ مصر کے بادشاہ نے ایک خواب دیکھا۔(38) جسکی تعبیر بتانے سے سب قاصر رہے۔ گذشتہ آزاد شدہ قیدی کی وساطت سے آپؑ نے خواب کی تعبیر بھی بتائی اور قحط سے نجات کی تدبیر بھی۔ اس تعبیر اور تدبیر کو سن کر نیز ساقی سے آپؑ کی عظمت کی روایات سن کر بادشاہ نے آپؑ کو رہا کرایا۔ یعنی بادشاہ آپؑ کی دعوت و تبلیغ اور الہامی علم کی وجہ سے قائل ہوا۔

(ii) تحقیق کا مطالبہ

داعی کے لیے کردار کی حفاظت نہایت ضروری ہے۔ اگرچہ بادشاہ نے آپؑ کی علمی برتری کے باعث رہائی دینا چاہی مگر آئندہ دعوتی مقصد کے لیے ضروری تھا کہ آپؑ کا کردار ہر قسم کے الزام سے پاک ہو۔ آپؑ نے تحقیق کا مطالبہ کیا، تاکہ بادشاہ یہ جان لے کہ آپؑ نے سابقہ محسن عزیز مصر کے ساتھ کوئی خیانت نہیں کی تھی اور اس کا اظہار آئندہ کی امانت و دیانت کے لیے نہایت برموقع تھا۔ بری ہونے کے بعد وضاحت فرمائی کہ میں خود کو گناہوں سے بالاتر نہیں سمجھتا۔ اگر میں گناہ سے محفوظ رہا تو اس میں میرا کمال نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کی عنایت ہے کہ اس نے مجھے گناہ گار ہونے سے بچالیا۔(39) انبیاء کی عظمت ہے کہ وہ مخاطبین کی تحقیر نہیں کرتے اور خود کو منکرین کے مقابلے میں ہرگز عالی مرتبہ نہیں بتاتے۔ بلکہ اپنی نجات کا ذریعہ اللہ کو قرار دے کر گویا یہ تعلیم دیتے ہیں کہ تم بھی اسی سے استعانت چاہو۔

(iii) بادشاہ کے اعتماد کا حصول اور اقتدار میں شرکت

بادشاہ نے آپؑ کے علم، فہم و فراست، عزت نفس اور کردار کی مضبوطی سے متاثر ہو کر اعلیٰ ترین منصب آپؑ کے سپرد کرنا چاہا۔ لیکن یوسفؑ نے ملک کے ذرائع آمدن کی نگرانی کو اپنے کنٹرول میں لینے کی تجویز پیش کی تاکہ درپیش قحط سے مناسب تدبیر کر کے بچا جا سکے۔ توراۃ نے بھی یوسفؑ کو اقتدار ملنے کے بارے میں

بتایا ہے۔(40) اللہ نے یوسفؑ کی سر گزشت کے نشیب و فراز بیان کئے اور بالآخر ان کی دعوت کے غلبہ کے حالات پیدا فرمائے۔

(iv) اہل کنعان پر حضرت یوسفؑ کے اثرات

سورۃ یوسف کی آیات نمبر 46-76 میں کنعان میں قحط اور اہل کنعان کی مصر میں غلہ کے لیے آمد کا تمام واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ بنیامین کو مصر بلوا کر روک لینے کی تدبیر میں (آیات نمبر 67-69) کئی قابل غور پہلو نکلتے ہیں۔ بعض معترضین نے اس تدبیر میں نبی پر جھوٹ کی نسبت کی۔ مولانا اصلاحی کے بقول ان آیات میں صرف پیالہ رکھنے کی نسبت یوسفؑ کی طرف ہے باقی تمام معاملات کارندوں اور بھائیوں کے درمیان ہیں۔ یہ بھی کہا گیا کہ ممکن ہے کہ یوسفؑ نے پیالہ بطور نشانی بھائی کے کجاوے میں رکھوا دیا ہو۔ یا پھر اگر آپؑ نے اللہ کی طرف سے القاء کی وجہ سے ایسا کیا، تو یہ "توریہ" میں شامل ہے۔ مگر آگے کے معاملات کو اللہ نے یوسف کی منشاء کے مطابق کر دیا۔ کارندوں اور بھائیوں کے درمیان چوری کی سزا کے تعین کے بارے میں مکالمہ ہونا ایک غیر معمولی بات ہے، ورنہ معمول کے مطابق بات چور پر چوری کی سزا کا مصری قانون کے مطابق اطلاق کرنا تھا۔ چونکہ مصری قانون میں چور کی سزا غلام بنانا نہیں تھی۔ اس لئے اللہ نے کارندوں سے کنعانیوں کے قانون کے بارے میں استفسار کروایا۔ بہر حال اس ساری روئیداد کے بعد اللہ نے درجات کی بلندی کی بات کی۔(41) جس سے ظاہر ہے کہ انبیاء جب خود کو منشائے ربانی کے سپرد کر دیتے ہیں تو اللہ ان کے درجات اس طرح بلند فرماتا ہے کہ ان کی منشاء کی تکمیل کے لیے حالات سازگار فرما دیتا ہے۔

جب بھائی تیسری بار غلہ لینے آئے تو یوسفؑ نے انہیں ان کا طرز عمل یاد دلایا۔ قحط کے موقع پر کنعانیوں کے عاجزی کے اظہار اور غلہ کی درخواست کے جواب میں یوسفؑ کے ذکر نے ان کو ہوشیار کر دیا اور وہ یوسفؑ کو پہچان گئے۔ اپنے جرم کا اعتراف کیا اور یوسفؑ کی خود پر برتری تسلیم کی، حالانکہ ایک وقت میں محض باپ کی نظر میں یوسف کے لیے زیادہ توجہ ان کو گوارا نہ تھی۔

(v) بنی اسرائیل کی مصر آمد

یوسفؑ نے افشائے راز کے بعد اپنا پیراہن کنعان بھیجا تا کہ یعقوبؑ کی آنکھوں پر ڈالا جائے تو ان کی بینائی لوٹ آئے۔ ابھی قافلہ پیراہن لے کر چلا ہی تھا کہ یعقوبؑ نے اپنی پیغمبرانہ بصیرت سے اس کی خوشبو محسوس کر لی اور گھر والوں سے یوسفؑ کی خوشبو کا تذکرہ کیا مگر گھر والوں نے ان کو یوسفؑ کی یاد میں مغلوب اور اسی غم کے خبط میں مبتلا قرار دیا۔(42) مصر میں انکشاف حقیقت کے وقت بھائیوں نے یوسفؑ کے سامنے اعتراف جرم کیا تو انہوں نے ان کو فوراً معاف کر دیا اور اللہ کی طرف بھی مغفرت کی دعا فرما دی۔(43) مگر یعقوبؑ نے مغفرت کا معاملہ مؤخر

رکھا، البتہ امید دلا دی۔[44] یوسف ؑ کیونکہ بلاواسطہ بھائیوں کی طرف سے تکلیف میں ڈالے گئے تھے۔ اس لیے انہوں نے فوراً معاف کر دیا اور اللہ سے دعا بھی فوراً فرمادی مگر حضرت یعقوب ؑ کی نظر میں کیونکہ بیٹے بلاواسطہ یوسف ؑ کے بھی مجرم تھے لہذا ان کی رضا کے حصول تک معاملہ مؤخر کیا جانا ضروری تھا۔ دوسرا یعقوب ؑ پر ان کے بیٹوں کی تلون مزاجی بھی ظاہر تھی لہٰذا انہوں نے توبہ طلبی میں استقامت دیکھنے تک مؤخر رکھا۔ یوسف ؑ کی ہدایت پر یعقوب ؑ اپنے جملہ خاندان سمیت کنعان سے مصر منتقل ہو گئے۔ تورات کے بیان کے مطابق وہ سب ستر تھے۔[45] جب دربار منعقد ہوا تو تمام اہل دربار بشمول آپ ؑ کے والدین و برادران احترام میں جھکے۔ اس کو مفسرین نے سجدہ تعظیمی کہا۔ جو معروف رہا ہے۔ مگر آنحضور ﷺ نے اسے ناپسند فرمایا۔ یوسف ؑ نے اپنے والد سے اپنا خواب دہرا کر خود پر اللہ کے احسانات کا ذکر کیا اور بھائیوں کے فعل کو شیطان کی طرف منسوب فرمایا؛ تاکہ معاف کر دینے کے بعد وہ شرمندہ نہ ہوں اور اللہ کے لطف و کرم اور حسنِ انجام کے حصول کی دعا فرمائی۔[46]

یہ یوسف ؑ کی دعوت عملی نتائج ہیں یعنی بنی اسرائیل کی مصر آمد سے خانوادۂ نبوت مصر منتقل ہو گیا جس کے مثبت نتائج آپ ؑ کی دعوت و تبلیغ پر بھی پڑے ہوں گے۔ حضرت یوسف ؑ کے اسوہ میں داعی کے لیے استفادہ کے بے شمار اسباق ہیں۔

عصر حاضر میں درج بالا دعوتی تقاضوں اور حکمت عملی کا لحاظ ہی اسلام کو دنیا کا کامیاب تبلیغی مذہب بنا سکتا ہے۔ اگرچہ دنیا میں اس وقت بعض ادارے یہ پیشگوئی کر رہے ہیں کہ سال 2050 تک اسلام دنیا کا سب سے زیادہ آبادی والا مذہب ہو گا۔ ایک ادارے کا یہ دعویٰ ہے کہ تیس سال بعد عیسائیت کی آبادی مسلم آبادی سے کم ہو جائے گی۔ اگرچہ انہوں نے اس کی تبلیغ کے علاوہ دیگر وجوہات بیان کی ہیں[47]۔ تاہم مسلم امت کے لیے امید کا پہلو یہ ہے کہ اگر وہ دعوت کے عصری تقاضوں کو سمجھ کر حکمت کا اسلوب اختیار کریں تو نتائج اس سے بھی زیادہ حاصل ہو سکتے ہیں۔[48]

حاصلِ بحث

قرآن نے تذکیر بآلآءِ اللہ کے طرز پر واقعہ مختصراً بیان کیا۔ بیان واقعہ میں انبیا کا اعلی کردار واضح ہے، جبکہ بائبل سے انبیا کی کسرِ شان ظاہر ہوتی ہے۔

1۔ حضرت یوسف اور حضرت یعقوب کا معاملہ آزمائش، صبر اور توکل کے عظیم مظاہرے داعی کے سامنے پیش کرتا ہے۔

2۔ حضرت یوسف اور بھائیوں کا معاملہ حسد کے نقصان اور صبر و توکل کے فوائد ظاہر کرتا ہے۔ مزید عفو و درگذر کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔

3۔ حضرت یوسف ؑ اور خاتون کا معاملہ کئی اسباق دیتا ہے

ا۔انبیاپر بھی کردار کی آزمائش آئی تو داعی بھی اس سے بری نہیں ہو سکتا۔

ب۔کردار کی حفاظت کرنے پر اللہ مدد فرماتا ہے اور عزت کو محفوظ رکھتا ہے۔

ج۔رضائے الٰہی کا اتباع کرنے سے اللہ بندوں کی رضا بھی پوری فرماتا ہے۔جیسا کہ خاتون کے اپنا نفس اللہ کے تابع کرنے کے بعد اس کی دعائیں پوری ہوئیں۔

4۔ آزمائش طویل بھی ہو جائے تو داعی کو صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا، جیسا کہ حضرت یوسف تیرہ سال جیل میں رہے۔

5۔ حضرت یوسف اور بادشاہ کی سرگذشت یہ بتاتی ہے کہ اہلیت ہو تو عہدہ کی طلب حرص نہیں بلکہ درست انتظام کا مظاہرہ ہے۔

6۔ تعبیر الرویا کی اہمیت اور اس کے لیے درست حکمت عملی اختیار کرنے کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

7۔ بادشاہ کے خواب کے تحت گندم کے تحفظ کی طویل جدوجہد؛ حکمتِ عملی کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔یہ پہلو بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انبیا اپنے وقت کے ضروری علوم سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔وہ اپنے عہد کے مسائل کو زمینی حقائق کی روشنی میں حل کرتے ہیں نہ کہ صرف معجزات اور دعاؤں سے۔

8۔ کارندوں اور برادرانِ یوسف کے مکالمے، معاملات میں حکمت، دلیل اور ثبوت کی اہمیت واضح کرتے ہیں۔

9۔ عصرِ حاضر میں ممالک کی حدود میں تبدیلی اور کئی ممالک میں تکثیری معاشروں کے قیام کے باعث دعوت کی ضرورت واہمیت میں اضافہ ہوا ہے۔

10۔ عصرِ حاضر میں دعوتی امور نے قابلِ تحقیق شعبہ کی اہمیت اختیار کرلی ہے۔

11۔ موجودہ دور میں لادینیت کو تیزی سے فروغ حاصل ہو رہا ہے۔لہٰذا دعوتی منہج میں تحقیق اور تنوع وقت کی اہم ضرورت ہے۔

حوالہ جات وحواشی

[1]۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے اپنی کتاب "دعوتِ دین اور اس کا بنیادی طریقِ کار" میں داعی کے اوصاف اور مدعو کے واجبات کے حوالے سے مفصل گفتگو کی ہے۔ان کی رائے میں دعوت دینے کے عمل میں محض کلمہ ءحق کی فطری صلاحیتوں پر ہی اعتماد نہیں کر لینا چاہیے بلکہ مدعوین کی ذہنی ونفسیاتی حالت کالحاظ بھی ضروری ہے۔مولانا

نے مخاطب کی نفسیات کی رعایت کے لیے دس اصول بتائے ہیں جو انہوں نے انبیا کے طریقِ دعوت سے استنباط کر کے لکھے ہیں۔ (اصلاحی، امین احسن، مولانا، دعوتِ دین اور اس کا بنیادی طریقِ کار، فاران فاؤنڈیشن لاہور۔

2۔ دعوت کی کامیابی کے لیے لازم ہے کہ دعوت جس چیز کی طرف دی جانی چاہیے وہ محکم ہو۔ عصرِ حاضر میں مسائل کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ دعوت غیر اللہ کی طرف دی جا رہی ہے یعنی، ارباب من دون اللہ کی طرف، فرقہ پرستی کی طرف، شخصیت پرستی کی طرف تقلید آبا اور اپنی بنائی ہوئی ترجیحات کی طرف دی جا رہی ہے جبکہ دعوت کا مرجع تو دین اسلام تھا۔ ایک جامع ضابطہ حیات کی طرف دعوت دی جانی مقصود تھی دعوت سے معاشرے میں آفاقیت اور مساوات کو عام ہونا چاہیے تھا۔ دعوت کا مرجع کامل اطاعتِ الٰہی ہونا چاہیے تھا (فریدہ یوسف، دعوت و تبلیغ، فیصل فدا پرنٹنگ پریس، ملتان، 2013، ص: 15-21۔

3۔ مولانا مودودی نے دعوت سے متعلق آیات کی تفسیر میں بھی فریضہءِ تبلیغ کی وضاحت کی ہے۔ اس کے علاوہ اپنی کتاب حکمت تبلیغ میں دعوت سے متعلقہ امور واضح کیے ہیں۔ (مودودی، ابو الاعلیٰ، مولانا، تفہیم القرآن، ، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ص: 582

4۔ دای کے اوصاف اور خصوصیات کے حوالے سے گزشتہ پچاس سال کے دعوتی ادب میں تقریباً ہر قابلِ ذکر مصنف نے بات کی ہے۔ ڈاکٹر عبد الکریم زیدان نے اصول الدعوہ کے نام سے اپنی کتاب میں ان امور پر راہنمائی فراہم کی ہے۔ اسی طرح مولانا امین احسن اصلاحی، مولانا ابو الحسن علی ندوی اور دیگر مصنفین نے دای کے فرائض، واجبات اور اوصاف پر گفتگو کی ہے۔ کئی مقالہ جات میں بھی برصغیر میں دعوت پر کیے جانے والے کام کا جائزہ لیا گیا ہے جیسا کہ افکار ریسرچ جرنل کے ایک شمارے میں ایسا ہی ایک مضمون ہے جس میں برصغیر کی دس اردو دعوتی کتب کا جائزہ لیا گیا ہے۔ (Tauseef Ahmad Parray, " Da'wah Literaure in Urdu: An Appraisal of some selected works of Prominent Figures of Sub-Continent " , AFKAR: Research Journal of Islamic Studis.2,1 (June 2018): 17-36

اسی طرح حال ہی میں دعوتی ادب کا ایک جائزہ ایک اور ریسرچ پیپر میں لیا گیا۔ جس میں مقالہ نگار نے جنوبی ایشیا میں دعوت پر لکھی جانے والی اہم کتب کا تعارف کرایا اور اس کا جائزہ پیش کیا۔

Owais Manzoor Dar," Da'wa in Islam:A Disursive Analysis of South Asian Muslim Scholarly Disourses" Analisa Journal of Social Science and Religion Vol. 06, No. 01, July 2021

تاہم برصغیر اور جنوبی ایسیا میں کیے جانے والا تحقیقی کام دعوت کے مختلف اسالیب، حالات اور گوشوں کے حوالے سے متعلق ہے۔ زیر نظر مقالہ میں صرف ایک پہلو کو منتخب کیا گیا ہے جس میں غیر معروف فضا میں دعوت کا ایک نمونہ حضرت یوسفؑ کے اسوہ کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔

[5]۔ النحل، 37:16

[6]۔ اصلاحی، دعوتِ دین اور اس کا بنیادی طریقِ کار، فاران فاؤنڈیشن لاہور۔ ص: 152

[7]۔ الفرقان، 33:25

[8]۔ الانعام، 108:6

[9]۔ فریدہ یوسف، دعوت و تبلیغ، فیصل فدا پرنٹنگ پریس، ملتان، 2013ص: 259

[10]۔ بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، امام، صحیح بخاری، کتاب التفسیر، المجلد الثالث، ج6، ص422، دار القلم بیروت لبنان

[11]۔ القرآن، یوسف، 12:4-5

[12]۔ کتاب پیدائش، باب: 11:37

[13]۔ القرآن، یوسف، 12:8-18

[14]۔ کتاب پیدائش، 34:37

[15]۔ القرآن، یوسف، 12:19-22

[16]۔ بیضاوی، ناصر الدین، محمود، انوار التنزیل و اسرار التاویل، شرکۃ مکتبہ و مطبع مصطفی البابی، الحلابی، الجز الاول، ص490

[17]۔ الطبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تاویل القرآن، مؤسسۃ الرسالہ، 2000، ج؛15، ص؛21

[18]۔ اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور، ج4، ص202

[19]۔ القرآن، یوسف، 12:23-29

[20]۔ سیوھاروی، حفظ الرحمٰن، قصص القرآن، صدیقیہ دار الکتب، ملتان، 2003، ج: 1، ص: 186

[21]۔ اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور، ج: 4، ص: 206

[22]۔ القرآن، یوسف، 12:30-34

[23]۔ القرآن، یوسف، 12:39

[24]۔ القرآن، یوسف، 12:38

[25]۔ القرآن، یوسف، 12:101

26۔ القرآن، یوسف، 40:12

27۔ القرآن، یوسف، 59:12

28۔ القرآن، یوسف، 23:12

29۔ ندوی، ابوالحسن، علی، مولانا، تبلیغ ودعوت کا معجزانہ اسلوب، مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد کراچی، ص 58-59

30۔ القرآن، یوسف، 36:12-37

31۔ القرآن، یوسف، 21:12

32۔ القرآن، یوسف، 68:12

33۔ اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور، ج 4، ص 241

34۔ القرآن، یوسف، 42:12

35۔ القرآن، یوسف، 55:12

36۔ القرآن، یوسف، 90:12

37۔ طبری، ابن جریر امام، جامع البیان عن تاویل آیءالقرآن، دارالفکر بیروت لبنان، حصہ اول، ص 401

38۔ القرآن، یوسف، 47:12-49

39۔ القرآن، یوسف، 50:12-56

40۔ کتاب پیدائش، 4:41

41۔ تدبر قرآن، ج:4، ص:243-245

42۔ القرآن، یوسف، 96:12

43۔ القرآن، یوسف، 92:12

44۔ القرآن، یوسف، 98:12

45۔ کتاب پیدائش، باب، 45:20

46۔ القرآن، یوسف، 100:12

47. The demographic factors that make Islam the world's fastest-growing major religious group,
https://www.researchgate.net/publication.
Last accessed, 21-04-21